جمعرات 25 فروری 2021ء | 12 رجب 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:48

ارشاد باری تعالیٰ

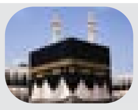

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ

(البقرۃ:152)

ترجمہ: جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے تمہارا رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور اس کی حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جن کا تمہیں پہلے کچھ علم نہ تھا۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

چھ فضیلتیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع الکلم دیے گئے ہیں اور رعب سے مجھے مدد دی گئی ہے اور غنیمتیں میرے لیے جائز کی گئی ہیں اور زمین میرے لیے پاکیزگی کا ذریعہ اور مسجد بنائی گئی ہے اور مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اور میرے ذریعہ نبیوں پر مہر لگائی گئی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد وصفة لبسه حدیث رقم ۸۵۳)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

شانِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم

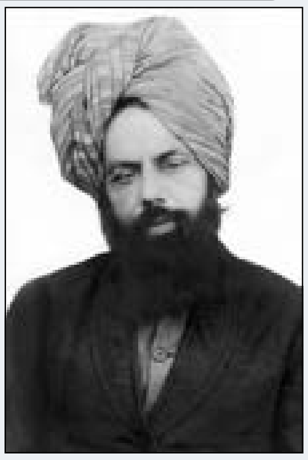

جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اُس کی نظر محدود نہ تھی اور اس کی عام غم خواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا۔ بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لئے قدرت کی تجلّیات کا پورا اور کامل حصّہ اُس کو ملا۔ اور وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اُس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے بجُز اُس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجُز اُس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے۔ اور اُس کی ہمّت اور ہمدردی نے اُمّت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور اُن پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی اصل جڑھ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیضِ وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص اُمتی نہ ہو اُس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو سو خدا نے اِن معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا اُمتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہوسکتا ہے کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے مگر ظلّی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیضِ محمدیؐ سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفتِ الٰہیہ جو مدارِ نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 29 تا 30)

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے کیونکہ آپ کو تمام دنیا کی راہنمائی اور حکمت کے لئے مبعوث فرمانا تھا۔ اس لئے آپ کو زمانہ نبوت سے پہلے ہی پُر حکمت تعلیم پھیلانے کے لئے حکیم خدا نے تیار کرلیا تھا اور آپؐ کے فیصلے نبوت سے پہلے بھی ایسے تھے جن کو لوگ پسند کرتے تھے۔ ان میں سے ایک واقعہ جو تعمیر کعبہ کا واقعہ ہے اس کا ذکر آتا ہے کہ حجر اسود کی تنصیب کے لئے قبائل کا باہم اختلاف ہوگیا اور نوبت آپس میں جنگ تک پہنچ گئی۔ چار پانچ دن تک اس کا کوئی حل نظر نہیں آرہا تھا۔ ایک دن قریش جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا تو ابو امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مکتوم، جو قریش کے سب سے بوڑھے شخص تھے اس نے کہا کہ اے قریش آپس میں یہ طے کرلو کہ تمہارے اس اختلاف کا وہ شخص فیصلہ کرے گا جو کل سب سے پہلے بیت اللہ میں آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے یہ تجویز مان لی اور اگلے روز انہوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہونے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کو دیکھا اور کہا یہ امین آ گیا۔ ہم خوش ہو گئے۔ یہ محمد ﷺ ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس پہنچے اور قریش نے اپنا سارا جھگڑا آپؐ کو بتایا تو آپؐ نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ۔ چنانچہ آپؐ کو کپڑا پیش کیا گیا۔ آنحضور ﷺ نے کپڑا بچھایا اور حجر اسود کو اٹھا کر اس چادر پر رکھ دیا۔ پھر آپ نے ہر قبیلہ کے سردار کو کہا کہ اس چادر کا کونہ پکڑلو اور پھر سب مل کر حجر اسود کو اٹھاؤ اور اس کی جگہ کے قریب لے کر آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپؐ نے پھر وہاں سے اٹھا کر حجر اسود کو اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا۔ آپؐ نے یہ ایسا پُر حکمت فیصلہ کیا تھا جس نے وہاں ان قبائل کو قتل وغارت سے بچالیا۔ ان کی جنگیں تو پھر سالہا سال تک چلتی تھیں۔ پتہ نہیں کتنے قتل ہو جاتے اور کب تک ہوتے چلے جاتے۔

آپؐ کو حکمت سے خدا تعالیٰ نے کس طرح بھرا۔ اس کے بارہ میں ایک روایت آتی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مَیں مکّہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبرائیل نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ کھولا۔ پھر اسے آبِ زمزم سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لائے جو کہ حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پھر اسے میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر اسے بند کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ورلے آسمان کی طرف لے گئے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الصلاۃ باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء حدیث:349)

اس شمارہ میں

- شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم (منظوم)
- تعارف سورۃ الحجرات (49ویں سورۃ)
- تعارف صحابہ کرامؓ
- صحابیاتؓ کا حیا سے متعلق مثالی کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے

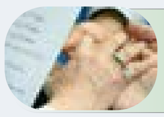

دربارِ خلافت

تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر اس عاشقِ صادق کے عشقِ رسول میں فنا ہونے اور دلی جذبات کے اظہار کا ایک اور نمونہ بھی دیکھیں۔ آپ فرماتے ہیں:

’’مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مُرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی۔ زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اُس کے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُس وقت تک ہم مُنور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں‘‘۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن۔ جلد 22۔ صفحہ 119-118)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:۔’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ بقیہ صفحہ 3 پر

شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

گھپ اندھیرا تھا جہالت کا ، دِیا جلنا ہی تھا
منزلِ مقصود پر جانا تھا تو چلنا ہی تھا
کفر اور تثلیث کے سورج کو بھی ڈھلنا ہی تھا
اور خدا نے اپنا وعدہ پورا تو کرنا ہی تھا
ربِ کعبہ کی طرف سے آیا وہ بن کر حَکَم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

بستیٔ گمنام کا باسی وہ اک سادہ مزاج
ٹھیک کرتا تھا وہ روحانی مریضِ لاعلاج
یوں دفاعِ دیں کیا کہ رکھ لی دینِ حق کی لاج
سر پہ جو پگڑی تھی گویا وہ دلائل کا تھا تاج
اس طرح اسلامیانِ ہند کا رکھا بھرم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

تھی حرا کے چاندؐ سے اس کی محبت لازوال
عشق ایسا تھا کہ شاید ہی ملے اس کی مثال
اپنی عزت کا نہیں ، تھا اس کی عزت کا خیال
رشک آیا سب کو ایسا عشق میں پایا کمال
تھا اسی نسبت سے مولا کی نظر میں محترم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

اس قدر لکھا ہے اس نے دینِ حق کے واسطے
کوئی بھی اس نے رمق چھوڑی نہ شک کے واسطے
تھا قلم محبوب اس کا ہر ورق کے واسطے
اسکی ہر تحریر تھی ربِ فلک کے واسطے
مسکرا کر اس نے کھائے کفر کے تیرِ ستم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

بعد اس کے قدرتِ ثانی کا دورِ پُر وقار
ہم خزاں زادوں کو بخشی حق تعالیٰ نے بہار
اس بہارِ جانفزا کی وسعتوں کا کیا شمار
ہم کو ہے اس سے محبت اور اس کو ہم سے پیار
اے خدا آباد رکھنا یہ وفاؤں کا ارم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

(عبد الکریم قدسی)

آج کی دعا

رَبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا (بنی اسرائیل: 25)

ترجمہ: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی۔

یہ قرآنِ مجید کی والدین کے حق میں بہت پیاری اور اہم دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متعدد بار احباب جماعت کو اس دعا کی تحریک فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں:

’’پھر والدین کا وجود ہے، یہ ایسا وجود ہے کہ انسان تمام عمر بھی ان کے احسانوں کا بدلہ نہیں اتار سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ وہ جو کچھ بھی تمہارے ساتھ سلوک کریں، تمہارے سے سختی کریں، نرمی کریں، تم نے ہر حال میں ان سے نرمی اور محبت کا سلوک کرنا ہے۔ تم نے ان کی کسی بری لگنے والی بات پر بھی اُف تک نہیں کہنی۔ صبر سے ہر چیز کو برداشت کرنا ہے۔ ہمیشہ ان سے نرمی اور پیار کا معاملہ رکھنا ہے کیونکہ تمہارے بچپن میں ان کی جو تمہارے لئے قربانیاں ہیں تم ان کا احسان نہیں اتار سکتے۔ اور یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لئے اس طرح دعا کیا کرو کہ رَبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا (بنی اسرائیل: 25) کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 518)

مرسلہ: مریم رحمٰن

مترجم: ابو سلطان

تعارف سورۃ الحجرات (49ویں سورۃ)

(مدنی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 19 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

یہ سورت ہجرت کے نویں سال فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی جب اسلام ایک عظیم الشان سیاسی قوت بن کر ابھرا اور لوگوں کا ایک جمِ غفیر اس میں شامل ہوا تو یہ اس وقت کی اہم ضرورت تھی کہ نئے شامل ہونے والوں کو اسلامی تعلیمات کے اعلیٰ اخلاق اور رویے سکھائے جاتے۔ اس سورت میں ایسے ہی اخلاق اور رویے مسلمانوں کو سکھائے گئے ہیں۔ یہ سورت ایسی چند معاشرتی برائیوں کا بھی بتاتی ہے جو مالدار اور بہتر مادی وسائل والے معاشروں میں راہ پا جاتی ہیں (کیونکہ مسلمان عرب کی فتح کے بعد ایسی ہی طاقت بن چکے تھے)۔ پھر یہ سورت مسلمانوں کو بطور ایک عظیم سیاسی طاقت اور مستحکم معاشی قوم کے طور پر پیش کرتی ہے۔ عین فطری اور بجا طور پر یہ سورت بین الاقوامی جھگڑوں کے متعلق اصول بھی وضع کرتی ہے۔

اس سورت کا آغاز نہایت سختی سے بیان کیے گئے ایسے احکامات سے ہوتا ہے جن میں مسلمانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آپ کے شایانِ شان عزت و کرم سے پیش آئیں جیسا کہ خدا کے رسول کے شایانِ شان ہے۔ انہیں مزید بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلوں پر تنقید ہرگز نہ کریں اور مکمل اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کریں۔ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز ہرگز اونچی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ نہ صرف بد اخلاقی کے زمرے میں آتا ہے بلکہ ایک لیڈر کی تعظیم کے بھی خلاف ہے جو مسلمانوں کی اخلاقی حالت کو کمزور کر دے گا۔

پھر یہ سورت مسلمانوں کو تنبیہ کرتی ہے کہ افواہوں سے محتاط رہیں کیونکہ ایسی افواہیں مسلمانوں کے لئے شرمسار کر دینے والے حالات پیدا کر دیں گی اور نہایت مختصر طور پر ایسے اصول و ضوابط پیش کرتی ہے جن پر بین الاقوامی معاملات کو حل کرنے کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ پھر اس سورت میں چند ایسی معاشرتی برائیوں کا ذکر ہے جن کا اگر بروقت تدارک نہ کیا جائے تو وہ معاشرے کی شاہ رگ کاٹ دیتی ہیں اور جملہ معاشرتی ڈھانچے کو کمزور کر دیتی ہیں۔ ان برائیوں میں بالعموم شک، جھوٹا الزام لگانا، جاسوسی یا تجسس کرنا، غیبت کرنا اور ان سب سے بڑھ کر ذاتی تفاخر کو فروغ دینا ہے جس کے بھیانک نتائج نہایت دور رس ہوتے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم میں برتری کی وجہ سوائے تقویٰ کے اور کوئی بیان نہیں کی گئی۔

بقیہ: دربارِ خلافت ...... از صفحہ 2

نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمردی اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مُرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی''۔

(سراج منیر۔ روحانی خزائن۔ جلد 12۔ صفحہ 82)

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کُل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے، سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ اُن میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذاللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔ مَیں نبیوں کی عزّت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے''۔

(ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ 420۔ مطبوعہ ربوہ)

آپ فرماتے ہیں:

''نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اُس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اُس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے''۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن۔ جلد 19۔ صفحہ 14-13)

پھر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی کی تعریف کرتے ہوئے کہ آپؐ کیسے زندگی کس طرح کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبی کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں۔ اگر خدا کا کلام قرآنِ شریف مانع نہ ہوتا''، (یعنی اس کی وجہ سے کوئی روک نہ ہوتی) ''تو فقط یہی نبی تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اب تک مع جسم عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے۔ اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدا اُس سے اور اُس کے دین سے اور اُس کے محب سے محبت کرتا ہے۔ اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اُس کا مقام برتر ہے۔ لیکن یہ جسم عنصری جو فانی ہے یہ نہیں ہے بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے اپنے خدائے مقتدر کے پاس آسمان پر ہے''۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن۔ جلد 22۔ صفحہ 118-119 حاشیہ)

(خطبہ جمعہ 21/ جنوری 2011ء)

از غلام مصباح بلوچ

تعارف صحابہ کرامؓ

حضرت سید احمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ۔سونگھڑہ ضلع کٹک

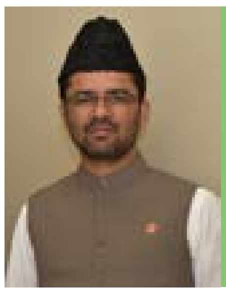

حضرت سید احمد حسین صاحبؓ ولد مکرم سید قربان علی صاحب بھارتی صوبہ اڈیشہ کے شہر سونگھڑہ ضلع کٹک (Cuttack) کے رہنے والے تھے۔اس علاقے میں سب سے پہلے حضرت مولانا سید عبد الرحیم صاحب رضی اللہ عنہ (وفات: 12؍جنوری 1916ء) نے قبول احمدیت کی توفیق پائی جس کے بعد انھی کی تبلیغ سے ایک کثیر تعداد حلقہ احمدیت میں داخل ہوگئی چنانچہ حضرت مولانا صاحبؓ نے 5؍جنوری 1900ء کو ایک عریضہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا جس کے ساتھ چارسو سے زائد مبائعین کے اسماء بھی ارسال کیے، یہ عریضہ اور اسماء مبائعین اخبار الحکم 31؍جنوری 1900ء میں شائع شدہ ہیں۔مبائعین کی اس فہرست میں گیارہویں نمبر پر حضرت سید احمد حسین صاحب اور بارہویں نمبر پر آپ کی اہلیہ محترمہ کا نام ہے۔بیعت کرنے کے اگلے ہی سال آپ حضرت مولوی سید عبد الرحیم صاحبؓ کی قیادت میں دو ہزار کلومیٹر سے زائد کا فاصلہ طے کر کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اخبار الحکم لکھتا ہے:

’’کٹک سے مولانا مولوی سید عبد الرحیم صاحب مصنف الدلیل المحکم مع اور چند رفقاء کے تشریف لائے ہیں۔‘‘

(الحکم 24؍جنوری 1901ء صفحہ 12)

مکرم سید محمد زکریا صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ بھدرک کے مطابق اس قافلہ میں آپ سمیت کل سات افراد شامل تھے۔

(بدر قادیان 8؍اپریل 1971ء صفحہ 7)

حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت اور صحبت کے شوق میں اکتوبر 1902ء میں پھر قادیان حاضر ہوئے، اس مرتبہ آپ اپنے بھانجے حضرت سید اختر الدین احمد صاحب (وفات: 13؍فروری 1948ء) کی معیت میں قادیان حاضر ہوئے۔حضرت سیّد اختر الدین احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ..... کی پاک صحبت آخر 1902ء سے لے کر آخر 1903ء تک قریباً ایک سال میسر آئی تھی اور اس وقت میری عمر چوبیس سال کی تھی۔اُن دنوں خاکسار اور خاکسار کے ماموں مولوی سیّد احمد حسین مرحوم صرف دو تکّی مہمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے۔ہم دونوں کے لئے کئی ماہ تک چاول کے مکلف کھانے آتے رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میاں نجم الدین مرحوم کو اچھی طرح مہمان نوازی کی تاکید فرمایا کرتے۔جس طرح کہ مرحوم نجم الدین ہم دونوں سے بیان کیا کرتے کہ تم لوگوں کے متعلق حضرت جی کی بڑی تاکید ہے۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 صفحہ 213)

آپ کی اہلیہ محترمہ نے اس موقع پر اپنے زیورات حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت میں بھجوائے تا دینی ضروریات میں جہاں حضور مناسب سمجھیں، خرچ فرمائیں، چنانچہ ایڈیٹر اخبار بدر لکھتے ہیں:

’’پھر تین صاحبوں نے حضرت اقدس سے بیعت کی، جس میں ایک صاحب سید اختر الدین احمد ساکن کٹک بنگال تھے۔مولوی عبد الکریم صاحب نے احمد حسین صاحب آمدہ از کٹک کی طرف سے ایک کرنسی نوٹ اور کچھ زیورات حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔زیورات ان کی اہلیہ مرحومہ کی طرف سے تھے جن کی وصیت تھی کہ یہ خاص حضرت اقدس کی خدمت میں دینی خدمت کے لئے دیئے جائیں۔حضرت اقدس نے ان کے اخلاق کی تعریف کی اور فرمایا کہ خدا ان کو اٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ (الجمعۃ:۴) میں ملاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 434)

اخبار الحکم نے اس واقعے کا ذکر یوں درج کیا ہے:

’’کٹک سے دو بھائی آئے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک نے نہایت اخلاص سے اپنی مرحومہ بیوی کا زیور حضور کی خدمت میں پیش کیا کیونکہ مرحومہ اس کی وصیت کر گئی تھی۔مولوی نور الدین صاحب حکیم الامت نے اس پر عرض کیا کہ بڑے ہی اخلاص اور شہادت کا نشان ہے۔فرمایا: اٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ کہہ کر جو خدا تعالیٰ اس جماعت کو صحابہ سے ملاتا ہے تو صحابہ کا سا اخلاص اور وفاداری اور ارادت ان میں بھی ہونی چاہیے ....‘‘

(الحکم 10نومبر 1902ء صفحہ 3)

آپ کا یہ اخلاص و ایثار حضرت اقدس علیہ السلام سے آپ کی اور آپ کی اہلیہ کی عقیدت و ایمان کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ حضرت اقدسؑ کے ایک وفاکیش مرید تھے۔یہ آپ کے خلوص اور محبت کا اثر تھا کہ اپنے دور دراز علاقے سے آموں کا تحفہ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھیجتے، اخبار بدر ایک جگہ لکھتا ہے: ’’اس کے بعد قابل ذکر دو تحائف آموں کے ہیں جو صالح پور کٹک سے سید احمد حسین صاحب نے اور سید سعید الدین صاحب نے بذریعہ ریل بھیجے ہیں اور دونوں بلٹیاں پہنچ گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ہر دو کو جزائے خیر دے۔‘‘

(بدر 23 مئی 1907ء صفحہ 9)

ایک مرتبہ آپ نے حضرت اقدس کی خدمت میں ایک دعائیہ خط لکھا جس میں ایک بات یہ بھی لکھی کہ ہمارے علاقہ میں جماعت کی بڑی سخت مخالفت ہو رہی ہے اگر حضور اجازت دیں تو ان مخالفین کے نام حضور کی خدمت میں پیش کیے جائیں تا حضور بد دعا کریں کہ اللہ ان لوگوں کو ذلت و خواری نصیب کرے۔حضرت مسیح موعودؑ نے جواباً تحریر فرمایا:

مجی اخویم احمد حسین صاحب سلمہٗ

آپ کا خط مَیں نے اول سے آخر تک پڑھ لیا ہے آپ کے تمام مطالب کے لئے دعا کی گئی لیکن مخالفوں کی ذلت کی دعا کی کچھ ضرورت نہیں شائد اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت فرمادے اور یہ بہت بہتر بات ہے کہ آپ ایک مدت تک اسی جگہ رہیں یہ عین ہماری دلی منشا ہے کہ اس جگہ رہنے سے آپ کی معلومات زیادہ ہوجائیں گی۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد

(الفضل 25 ستمبر 1943ء صفحہ 2۔۔ خط کا عکس الفضل یکم نومبر 1927ء صفحہ 1 پر موجود ہے)

حضرت سید احمد حسین صاحب بفضلہ تعالیٰ 1/5 حصہ کے موصی (وصیت نمبر 520) تھے، آپ نے 14؍دسمبر 1914ء کو وفات پائی اور کٹک میں مدفون ہوئے، یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔آپ کی اولاد میں صرف ایک بیٹی کا علم ہوا ہے جن کا نام محترمہ امۃ اللہ عرف فاطمہ بی بی صاحبہ تھا جنھوں نے 27؍ستمبر 1925ء کو وفات پائی، ان کے شوہر محترم سید محمد محسن صاحب نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا: ’’مرحومہ ایک مخلص اور پُر جوش احمدی تھیں، تقویٰ اور نماز و روزہ کی پابند ہونے اور خشیت خدا رکھنے کے سوا سلسلہ کے کاموں میں بھی وافر حصہ لیتی تھی۔ 3 سال کی عمر میں ماں مرگئی، 13 سال کی عمر میں مرحومہ کے والد احمد حسین صاحب مرحوم (جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وفاکیش مرید تھے) بھی سر سے گذر گئے۔ 14 سال کی عمر میں مرحومہ کی شادی ہوئی مگر تین ہی سال کے بعد خاوند بھی سر سے اٹھ گیا اور مرحومہ بیوہ ہوگئی۔اس کم عمری میں اتنی مشکلوں کے باوجود کبھی بھی عنان صبر کو ہاتھ سے نہ دیا اور ہمیشہ شکر گذار رہی..... گذشتہ اپریل کو میرے ہمراہ خود قادیان جا کر حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی کے دست مبارک پر بیعت کی۔ہمیشہ کہتیں کہ ہجرت کر کے قادیان چلے جائیں اور وہیں رہیں.....غرض یہی وہ عورت ہے جو اپنی پھوپھی کے بعد اڑیسہ کی مستورات میں سے سب سے پہلے قادیان گئی۔مرحومہ کا ایک چار سالہ لڑکا اور ایک آٹھ دن کی لڑکی یادگار ہے۔گذارش ہے کہ احباب ایسی نیک خاتون کے لیے دعاء مغفرت فرمائیں۔‘‘

(الفضل 15اکتوبر 1925ء صفحہ 7)

یہ بیٹی بھی موصیہ (وصیت نمبر 2333) تھیں، یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔اَللّٰھم اغفرلھم وارحمھم۔

از درثمین احمد۔ جرمنی

صحابیاتؓ کا حیا سے متعلق مثالی کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے

قسط اول

ایک عرب شاعر المتنبی کہتا ہے:

اِذَا لَمْ تَخْشَ عَاقِبَةَ اللَّيَالِيْ
وَ لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا تَشَآءُ
فَلَا وَ اللّٰهِ مَا فِي العَيْشِ خَيْرٌ
لَا الدُّنْيَا اِذَا ذَهَبَ الحَيَآءُ
يَعِيْشُ المَرْءُ مَا اسْتَحْيَا بِخَيْرٍ
وَ يَبْقَى الْعُوْدُ مَا بَقِيَ اللِّحَاءُ

اگر آپ راتوں کے (برے کاموں کے) نتیجہ سے خوفزدہ نہیں ہیں اور آپ کو شرم نہیں آتی تو آپ جو چاہیں کریں۔ پس خدا کی قسم، جب زندگی سے حیا چلی جائے تو زندگی اور دنیا میں کوئی بھی بھلائی باقی نہیں رہتی۔ آدمی اس وقت تک بھلائی کے ساتھ زندہ رہتا ہے جب تک اس میں حیا باقی رہتی ہے جیسے کہ درخت اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک کہ اس کی چھال باقی رہتی ہے۔

(بحوالہ گلدستہ علم و ادب)

صحابیاتؓ کا حیا سے متعلق مثالی کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے ’’ایک تعارف‘‘

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

’’مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ یقیناً اللہ جو وہ کرتے ہیں اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔‘‘

(النور: 31 ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

قارئین کرام! شرم وحیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک اہم اور امتیازی قوت ہے جو ہر انسان میں بنیادی طور پر موجود ہے۔ اسلام ایسی طرزِ زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے جس سے اس قوت کو تقویت ملے۔ احادیث میں آتا ہے:

حضرت زید بن طلحہؓ نبی ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’ہر دین و مذہب کا ایک اپنا خاص خلق ہوتا ہے۔ اسلام کا (یہ خاص) خلق حیاء ہے۔‘‘

(حدیقۃ الصالحین ایڈیشن 2019 UK صفحہ 646 حدیث نمبر 825)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’بے حیائی جس چیز میں بھی ہو اُسے بدنما بنا دیتی ہے۔ اور حیا جس چیز میں بھی ہو اُسے خوبصورت بنا دیتی ہے۔‘‘

(حدیقۃ الصالحین ایڈیشن 2019 UK صفحہ 648 حدیث نمبر 828)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’ایمان ساٹھ یا ستّر سے بھی کچھ زائد حصوں میں منقسم ہے۔ ان میں سب سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا ہے اور عام اور آسان حصّہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو دُور کرنا ہے اور حیا بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔‘‘

(مسلم کتاب الایمان باب بیان عدد شعب الایمان رقم 152)

ایمان میں حیا شامل ہونے کا اصل راز یہ ہے کہ یہ دونوں یعنی ایمان اور حیا اچھے کام کی دعوت دیتے ہیں اور اچھے کاموں کے قریب کرتے ہیں۔ نیز برائی سے روکتے ہیں اور برائی سے دور بھی کرتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے کہ مرد عورت سے عورت مرد سے پردہ کرے اس سے غرض یہ ہے کہ نفس انسانی پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے۔ کیونکہ ابتداء میں اس کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدیوں کی طرف جھکا پڑتا ہے اور ذراسی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دنوں کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کھانے پر۔ یہ انسان کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح کرے ...یہ ہے سِرّ اسلامی پردہ کا اور میں نے خصوصیت سے اسے ان مسلمانوں کے لئے بیان کیا ہے جن کو اسلام کے احکام اور حقیقت کی خبر نہیں۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد سوئم صفحہ 443)

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

مومن کو نہیں چاہئے کہ دریدہ دہن بنے یا بے محابا اپنی آنکھ کو ہر طرف اٹھائے پھرے بلکہ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِہِمْ ۔(النور: 31) پر عمل کر کے نظر کو نیچی رکھنا چاہئے اور بدنظری کے اسباب سے بچنا چاہئے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 533 ایڈیشن 2003ء)

حیا کے ایمان کا حصّہ ہونے کے متعلق اسلامی تعلیمات کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدی خواتین کو گاہے بگاہے اپنے خطابات اور خطبات میں نصائح فرمائی ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا:

’’اب پردہ بھی ایک اسلامی حکم ہے...نیک عورتوں کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ حیادار اور حیا پر قائم رہنے والی ہوتی ہیں، حیا کو قائم رکھنے والی ہوتی ہیں۔‘‘

(خطاب مستورات کینیڈا، 25جون 2007ء۔ الفضل 2مارچ 2007ء)

مضمون ہذا میں خاکسار ’’صحابیات کا مثالی کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے‘‘ کے حوالے سے چند واقعات پیش کرنا چاہے گی مگر اس سے قبل یہ جاننا نہایت درجہ اہم ہے کہ حیا سے کیا مراد ہے؟ جب تک ہم حیا کی اہمیت کو نہیں جانیں گے یہ واقعات ہمارے لیے فقط واقعات ہی رہیں گے۔ بہت ضروری ہے کہ پہلے ہم حیا کی اہمیت کو جانیں تا کہ بعد میں جب ان واقعات کو پڑھیں تو وہ حقیقت میں ہماری زندگیوں میں مشعل راہ ثابت ہوں۔ تاریخ اسلام ایسے بے شمار اور بے مثال واقعات سے بھری ہوئی ہے جہاں آنحضرت ﷺ نے اپنی قوت قدسیہ کے ذریعے ایک جاہل اور اجڈ قوم کو باخدا انسان بنانے کے ساتھ ساتھ باحیا انسان بھی بنا ڈالا۔ زمانہ جاہلیت میں جہاں بے حیائی اپنے عروج پہ تھی اور بے حیائی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات خود مالک اپنی لونڈیوں سے بدکاری کرواتے اور اس کی آمد وصول کرتے۔ یہ بھی گویا آمد کا ذریعہ تھا۔ مگر شرفاء کا دامن اس قسم کی انتہائی بے حیائی سے پاک تھا ۔عورتوں میں پردے کی رسم نہ تھی بلکہ وہ کھلی پھرتی تھیں۔ نکاح کا تصور نہ تھا۔ ایک عورت سے کئی مرد بدکاری کرتے تھے اور اولاد کے بارے میں حتمی فیصلہ عورت کی گواہی پر منحصر ہوتا تھا۔ جس بیوہ عورت پر متوفّی شوہر کا قریبی رشتہ دار اپنی چادر ڈال دیتا وہی زبردستی اس کی بیوی بنا دی جاتی۔ سوتیلے بیٹے اس طریق پر سوتیلی ماؤں پر قبضہ کر لیتے۔ عورتیں بے حجاب اپنے جسم کے مخفی حصّوں کی نمائش کرتیں۔ یہ حیا کا معیار تھا اس وقت کی عورت کا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 59)

حیا کیا ہے؟ قرآن و احادیث کی روشنی میں اسکا تعارف

ردائے اخلاق کا جھومر اور اعلیٰ ترین خوبی یہ ہے کہ انسان حیا سے متصف ہو۔ حیا کی خوبی یہ ہے کہ وہ انسان کو اچھے کام کرنے پر ابھارتی ہے اور ہر قسم کی برائی سے روکتی ہے۔ حیا انسان کو تمام گناہوں اور برائیوں سے بچاتی ہے۔ نیز حیا داری انسان کے با اخلاق اور اعلیٰ کردار ہونے کی بھی علامت ہے۔ یہ بے حیائی کا خاتمہ کرتی، عزت کو تحفظ دیتی اور دل میں عفت پیدا کرتی ہے۔ کسی دانا کا قول ہے کہ انسان اپنی خصلت سے پہچانا جاتا ہے ۔اور خصلت اس فعل یا عادت کو کہتے ہیں جو انسان اختیار کرتا ہے یا وہ اسکی فطرت کا خاصہ ہوتی ہے۔ گو حیاء فطری ہوتی ہے لیکن پھر بھی اسے ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ بعض اوقات اسے بھی دیگر نیک اعمال کی طرح کوشش و محنت کر کے حاصل کیا جاتا ہے اور عادت بنایا جاتا ہے لیکن بسا اوقات یہ فطرت میں پہلے سے ہی شامل ہوتی ہے لیکن چونکہ شرعی قانون کے مطابق اس کا استعمال اکتساب، نیت اور علم پر مبنی ہوتا ہے اس لیے اس کو ایمان کا جزو شمار کیا گیا ہے۔ کوئی بھی انسان اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک اسکا قول اسکے عمل سے مطابقت نہ رکھے۔ بحیثیت مسلمان جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس بات پر بھی پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ اس نے ہمیں گمراہی سے بچنے کے لئے کچھ احکام بتائے ہیں کہ اگر تم ان احکام کو من وعن بجالاؤ گے تو فلاح پا جاؤ گے۔ تو اِس زمانے میں ہم سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں ہے کیونکہ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانا اور پھر آپ ﷺ کے روحانی فرزند کی بیعت کی جس نے اسلام کو ازسرنو زندہ کیا۔ قرآن کریم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل خوبصورت غلافوں میں طاق پہ سجا کر رکھنا ہی اسکی عزت و وقار کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ اس کی تعلیمات کو یکسر بھلا دیا گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت وجود اور خلفاء احمدیت کے ذریعہ قرآن کی شان و شوکت کو دنیا میں دوبارہ قائم کیا گیا۔ پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں ناصرف زمانے کے امام الزماں کو مان کر اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی توفیق ملی بلکہ پہلوں سے ملنے کی ضمانت اور خوشخبری بھی دی گئی۔

پس ہم صحابیات والا فیض اُس وقت اُٹھا سکتی ہیں جب ہم خلیفہ ُوقت کے ارشادات پر عمل کر کے اخلاقی برائیوں سے بچ رہی ہونگی۔ خدا تعالیٰ نے بے حیائی سے بچنے کے لئے ہمیں پردہ کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَ لَا يَضْرِبْنَ

بِاَرۡجُلِہِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِہِنَّ ؕ وَ تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ جَمِیۡعًا اَیُّہَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ

(النور:31۔ 32)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

”مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ یقیناً اللہ جو وہ کرتے ہیں، اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے کہ جو اُس میں سے ازخود ظاہر ہو۔ اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے خاوندوں کے لئے یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لئے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا اپنے زیرنگیں مردوں کے لئے یا مردوں میں ایسے خادموں کے لئے جو کوئی (جنسی) حاجت نہیں رکھتے یا ایسے بچوں کے لئے جو عورتوں کی پردہ دار جگہوں سے بے خبر ہیں۔ اور وہ اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ (لوگوں پر) وہ ظاہر کر دیا جائے جو (عورتیں عموماً) اپنی زینت میں سے چھپاتی ہیں۔ اور اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

حیا انسان کے لئے انتہائی نفیس دولت ہے۔ اس سے صرف وہی لوگ متصف ہوتے ہیں جن کے اندر نیکی کا مادہ اور شرافت موجود ہو۔ یہ انبیائے کرام کا زیور ہے۔

حضرت ابومسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں۔ بخاری کتاب الادب سے یہ روایت لی گئی ہے کہ سابقہ انبیاء کے حکیمانہ اقوال میں سے جو لوگوں تک پہنچتے رہے ایک یہ ہے کہ جب حیاء اٹھ جائے تو پھر انسان جو چاہے کرتا پھرے۔ الفاظ یہ ہیں:

اِذْ لَمْ تَسْتَحِیْ فَا صْنَعْ مَا شِئْتَ

(بخاری کتاب الادب باب اذلم تستحی فاصنع ماشئت)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ اس دوران کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مُزینہ قبیلہ کی ایک عورت بڑے ناز و ادا سے زیب و زینت کئے ہوئے مسجد میں داخل ہوئی۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

”اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب و زینت اختیار کرنے اور مسجد میں ناز و ادا سے مٹک مٹک کر چلنے سے منع کرو۔ بنی اسرائیل پر صرف اس وجہ سے لعنت کی گئی کہ ان کی عورتوں نے زیب و زینت اختیار کر کے ناز و نخرے کے ساتھ مسجدوں میں اترا کر آنا شروع کر دیا تھا۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ النساء)

ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے:

”حیاء اور ایمان دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اٹھ جائے تو دوسرا بھی خود بخود اٹھ جاتا ہے۔“

(راوی حضرت ابن عمرؓ بیہقی فی شعب الایمان 6/140 حدیث 7727)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَیِیٌّ سِتِّیْرٌ یُحِبُّ الْحَیَاءَ وَالسِّتْرَ فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَتِرْ۔

”بے شک اللہ تعالیٰ ستیر (بہت پردہ ڈالنے والا) اور حیا دار ہے (چنانچہ) وہ حیا اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی نہائے تو اسے پردہ کرنا چاہیے۔“

(بحوالہ صحیح سنن ابی داؤد، رقم: 3387)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے:

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً؛ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔

”ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“

(أخرجہ مسلم فی کتاب الایمان، باب: بیان عدد شعب الایمان، رقم 152)

ایک بار رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ اپنے بھائی کو حیا کی وجہ سے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہہ رہا تھا:

”وہ تم بہت زیادہ شرمیلے ہو“ حتی کہ اس نے کہا:

”شرمیلے پن نے تمہیں نقصان پہنچایا ہے“ تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اسے چھوڑ دو، بیشک حیا ایمان کا حصہ ہے، اور جس میں حیا نہ ہو اس کا ایمان ہی نہیں۔“

(صحیح بخاری)

ایمان میں حیا شامل ہونے کا اصل راز یہ ہے کہ یہ دونوں یعنی ایمان اور حیا اچھے کام کی دعوت دیتے ہیں اور اچھے کاموں کے قریب کرتے ہیں نیز برائی سے روکتے ہیں اور برائی سے دور بھی کرتے ہیں۔

حیا خیر کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”حیا صرف خیر کا باعث ہی بنتی ہے“

(مسلم فی کتاب الایمان، باب: بیان عدد شعب الایمان، رقم 156)

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

”حیا سراپا خیر ہے۔“ (صحیح الجامع الصغیر رقم 395)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ فضل (بن عباس) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھے تو خَثْعَم قبیلہ کی ایک عورت آئی فضل اسے دیکھنے لگ پڑے اور وہ فضل کو دیکھنے لگ گئی۔ تو اس پر نبی کریم ﷺ نے فضل کا چہرہ دوسری طرف موڑ دیا۔

(بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ)

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب کسی مسلمان کی کسی عورت کی خوبصورتی پر نگاہ پڑتی ہے اور وہ غض بصر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کی توفیق دیتا ہے جس کی حلاوت وہ محسوس کرتا ہے۔“

(مسند احمد مسند باقی الانصار باب حدیث ابی أمامۃ الباہلی الصدی بن عجلان)

جس عورت نے اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ میں کپڑے اتارے تو اس کے اور اللہ کے درمیان جو چیز تھی اس نے اسے پھاڑ دیا۔ عورت کا اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں کپڑے بدلنا قلت حیا کی مثال ہے۔

حضرت ابو ملیح ہذلیؒ سے روایت ہے کہ اہل حمص کی عورتیں یا اہل شام کی عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم ہی وہ عورتیں ہو جن کی عورتیں حماموں میں داخل ہوتی ہیں؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

مَا مِنِ امْرَأَۃٍ تَضَعُ ثِیَابَھَا فِیْ غَیْرِ بَیْتِ زَوْ جِھَا اِلَّا ھَتَکَتْ السِّتْرَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ رَبِّھَا

یعنی جس عورت نے بھی اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ کہیں اور اپنے کپڑے اتارے تو اس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردے کو پھاڑ ڈالا۔

(عون المعبود علی سنن ابی داؤد۔ ج11 حدیث نمبر 3992)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے: ترجمہ:

”جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ میں نہائے۔“

(صحیح سنن ابی داؤد رقم 3387)

انصار کی خواتین سیاہ چادر اوڑھ کر گھروں سے نکلتیں۔ ان کو دور سے دیکھ کر یوں لگتا کہ ان کے سروں پر کوّے بیٹھے ہیں۔

(ابو داود، کتاب اللباس، باب فی قولہ یدنین علیہن …الخ، ص 645 حدیث 4101 مفہوم)

ایک روایت میں ارشاد ہوتا ہے:

”اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرسوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے۔ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جب لوگ ایک دوسرے کے پاس ہوں (یعنی اکٹھے ہوں) فرمایا اگر تم میں طاقت ہے کہ اسے کوئی نہ دیکھ سکے تو ایسا ہی کر کہ کوئی نہ دیکھ سکے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اب ہم سے کوئی تنہا ہو تو؟ فرمایا کہ لوگوں سے زیادہ اللہ کا حق ہے کہ اس سے شرم اور حیا کی جائے“

(صحیح سنن ابی داؤد، رقم 3391)

حیا حقیقت میں ایک مسلمان عورت کی اصل جمع پونجی ہے۔ حیا کے ذریعے ہی عورت اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہے۔ حیا عورت کے دینی اور فطری اخلاق کا حصہ ہے۔ چنانچہ ایک حیادار عورت کھاتے، پیتے اور پہنتے وقت حیا کا اہتمام کرتی ہے۔ اسی طرح وہ چلتے پھرتے اور باہر نکلتے وقت حیا کا عملی نمونہ بن کر رہتی ہے۔ حیا ہی عورت کی خوبصورتی اور عورت کے پاکدامن ہونے کی مضبوط دلیل ہے۔ حیا ہر عورت کے لئے محفوظ ترین جگہ ہے۔

قرآنی حوالے سے عورت کی حیا کا بے مثال واقعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک عورت کی حیا کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر پہنچے تو وہاں شعیب کی بیٹیوں نے حیاداری کی اعلیٰ منظر کشی کی۔ اس منظر کا ایک حصہ یہ بھی ہے:

جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کی عفت اور مردوں سے دوری دیکھی تو ان کے جانوروں کو خود ہی پانی پلا دیا۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡیَنَ وَجَدَ عَلَیۡہِ اُمَّۃً مِّنَ النَّاسِ یَسۡقُوۡنَ ۬۫ وَوَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمُ امۡرَاَتَیۡنِ تَذُوۡدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطۡبُکُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسۡقِیۡ حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَاَبُوۡنَا شَیۡخٌ کَبِیۡرٌ۔فَسَقٰی لَہُمَا۔

(القصص 24۔ 25)

پھر جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں اور اُن سے ہٹ کر ایک طرف دو عورتیں (اپنی بکریوں کو) روکے ہوئے کھڑی ہیں۔ موسیٰؑ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ ہم اس وقت تک پانی پلا نہیں سکتیں جب تک یہ چرواہے پانی پلا کر واپس نہ چلے جائیں اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے۔ چنانچہ موسیٰؑ نے ان عورتوں کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ (القصص:24۔25) ان دونوں کی عفت اور مردوں سے الگ تھلگ رہنا حیا کے باعث تھا اور حیا ہی مسلمان خاتون کا شعار ہوتا ہے نیز حیا اچھی تربیت کی علامت ہے۔

انہی آیات میں اچھے کردار کے ایک اور منظر کی جانب بھی اشارہ موجود ہے کہ جب چال اور انداز گفتگو میں بھی حیا اور اطمینان جھلک رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے واپس آنے والی لڑکی کی مدح سرائی فرمائی کہ وہ چلتے ہوئے حیا سے لبریز تھی۔ چنانچہ وہ نہ ہی اٹھلائی، بے پردگی بھی نہ کی اور نہ ہی نرم لہجے میں بات کی:

فَجَآءَتۡہُ اِحۡدٰىہُمَا تَمۡشِیۡ عَلَی اسۡتِحۡیَآءٍ ۫ قَالَتۡ اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡکَ لِیَجۡزِیَکَ اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا اور ان دونوں میں سے

بقیہ صفحہ 8 پر

مرسلہ: ڈاکٹر د۔ طاہر (پی ایچ ڈی جینیٹکس)

ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی

الحمدللہ کہ ہر احمدی خلافت کی اہمیت اور برکات سے خوب آگاہ ہے۔ہم میں سے ہر ایک کی زندگی میں ہر آن ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش خلافت کی برکتوں سے حاصل ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔خلافت سے مضبوط تعلق اور وفا ہی ایک سچے احمدی کی زندگی کا طرہٗ امتیاز ہے اور اِسی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا راز پنہاں ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جینیٹکس (Genetics) کے مضمون میں اپنی Ph.D مکمل کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ الحمد اللہ۔ شکرانِ نعمت اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو یاد کرتے ہوئے خصوصاً نئی نسل کے طلبہ کے ازدیادِعلم اور ازدیاد ایمان کے لئے چند باتیں تحریر میں لارہی ہوں۔قائد اعظم یونیورسٹی سے 1992ء میں جینیٹکس میں ایم فل کرنے کے بعد میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں خط لکھا جس میں میں نے آئندہ Ph.D کے ارادہ کا ذکر کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی۔حضرت صاحب نے جواباً جو خط تحریر فرمایا اس خط کا ایک ایک لفظ تاحیات میرے لئے علمی جستجو کا ذریعہ بنا رہے گا۔حضور رحمہ اللہ نے اپنے خط محررہ 15جولائی 1992ء میں فرمایا:۔

’’اللہ تعالیٰ آپ کے دل اور دماغ کو روشنی عطا فرمائے علم اور حسنِ عمل کے میدان میں امتیاز حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔آپ نے جس مضمون میں Ph.D کرنے کا ارادہ کیا ہے اس مضمون میں مجھے گہری دلچسپی ہے اور تلاش میں ہوں کہ کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ احمدی براہِ راست میری ہدایت کے تابع ایک انقلابی نوعیت کا مقالہ اس موضوع پر تحریر کرے۔سب نقشہ میرے ذہن میں ہے مگر وقت کی کمی مانع ہے۔ یہ باتیں خط وکتابت سے تو طے نہیں ہوتیں اگر کبھی آپ کا انگلستان آناممکن ہو تومتعدد نشستوں میں یہ مضمون میں آپ کو سمجھا سکتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین خدماتِ سلسلہ کی توفیق بخشے۔‘‘

اس خط کے موصول ہونے کے بعد میں نے کوشش کی کہ میں انگلستان جاسکوں مگر اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس وقت میرے لئے لندن جانے کے سامان پیدا نہ ہوسکے۔ جب میں B.Sc کر رہی تھی تو میرے والدمحترم رشید احمد صابرمرحوم امریکہ منتقل ہو چکے تھے وہ مستقل خط وکتابت کے ذریعہ میری تعلیم کے متعلق منصوبہ بندی کرتے رہے اور میری ہمت اور حوصلہ بڑھاتے رہے۔چنانچہ آپ نے امریکہ میں MSاور پھر Ph.D کے داخلہ کے لئے کتب خرید کر بھجیں اسی طرح بیالوجی اور جینیٹکس کی بہت اچھی کتابیں میرے لئے بھیجا کرتے تھے۔آپ نے مجھے بتادیا تھا کہ امریکہ میں داخلے کے انتظام کے دوران وقت ضائع نہیں کرنا بلکہ پاکستان میں M.Scمیں داخلہ لے لیں۔چنانچہ 1992ء میں مَیں نے قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے M.Scاور M.Phil کی تعلیم مکمل کر لی اور اس دوران امریکہ داخلے کی خاطر خواہ کوشش نہ ہوسکی۔

میرے والدمحترم ہمیشہ مجھے نمازوں کے التزام دعاؤں اور قرآن کریم پر گہرے غور وفکر کی تلقین کیا کرتے تھے۔آپ نے مجھ پر یہ واضح رکھا کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر اور معاشرے میں اچھے گھر کو پروان چڑھانا ہے اور عورت کی تعلیم کا یہی مقصد ہونا چاہئے۔تعلیمی ترقی میں مجھ پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ ایک خط میں مجھے لکھا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور قوی امید ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے ملک کی نامور سائنسدان بنیں گی۔

میرے والدمرحوم مجھے بزرگان سلسلہ کو خطوط لکھنے کی بھی نصیحت کرتے رہتے تھے۔ 1992ء میں ہی میں نے کچھ خطوط نوبیل انعام یافتہ سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو بھی لکھے جس میں اپنی آئندہ ریسرچ کے بارہ میں حضرت صاحب کے خط کا ذکر بھی کیا۔چنانچہ ایک خط کے جواب میں جو 11مئی 1993ء کا ہے اس میں انہوں نے لکھا:

Your decision to pursue a course in the US is to be commended because there is no scope for any people trained here in spite of the fact that everyone recognizes that your subject is the subject of the future.

جینیٹکس میں ایم فل کے بعد مختلف کوششوں کے باوجود خاکسار Ph.Dمیں داخلہ لینے میں کامیابی حاصل نہ کرسکی۔اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے 1994ء میں میری شادی ایک واقفِ زندگی مکرم ایم ایم طاہر صاحب سے ہوگئی ۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں اولاد کی نعمت سے نوازا اور مجھے جماعتی تعلیمی ادارہ نصرت جہاں اکیڈمی میں خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ اس طرح بیس سال گزر گئے۔جب نصرت جہاں گرلز کالج دارالرحمت کا قیام عمل میں آیا تو میری ٹرانسفر وہاں کر دی گئی۔ نظارت تعلیم کی طرف سے اساتذہ کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کا منصوبہ شروع ہوا تو اس کے تحت مجھے Ph.D کرنے کے لئے کہا گیا۔گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ میرے لئے صرف یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ کسی ایسی یونیورسٹی میں میرا داخلہ ہو جہاں سے میں روزانہ گھر واپس آسکوں۔ ایگریکلچر یونیورسٹی فیصل آباد ہمارے گھر سے سب سے قریب تھی لیکن وہاں Geneticsمیں Ph.D نہیں کروائی جاتی تھی۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد میں نے اپنے مضمون سے قریب ترین شعبہ ’’اینیمل بریڈنگ اینڈ جینیٹکس‘‘میں داخلہ کے لئے Apply کر دیا۔ مگر داخلہ میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔اگلے ہی سمسٹر یعنی Spring 2014میں جب یونیورسٹی آف ایگریکلچر کے داخلوں کا اعلان ہوا تو اس میں سینٹر آف ایگریکلچر بائیو کیمسٹری اینڈ بائیو ٹیکنالوجی(CABB)کی طرف سے جینیٹکس میں Ph.Dکے داخلہ کا اعلان کر دیا گیا جس کے متعلق بعد ازاں معلوم ہوا کہ زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی تجویز پر CABB کی طرف سے ہائیر ایجوکیشن کمیشن (HEC)میں جینیٹکس میں Ph.D کا پروگرام شروع کروانے کی درخواست دی گئی تھی جو منظور ہوگئی اور اللہ کے فضل سے میں Ph.Dمیں داخلہ لینے میں کامیاب ہوگئی۔ جینیٹکس میں صرف میں نے ہی Apply کیا تھا۔میرے بعد ایک یا دو طلبہ کا داخلہ ہوا تھا مگر وہ کسی وجہ سے Ph.D جاری نہ رکھ سکے اور چند سمسٹرز کے بعد زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں HEC کی طرف سے Ph.D جینیٹکس کا پروگرام ختم کر دیا گیا۔اس طرح زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کی تاریخ میں صرف مجھے ہی جینیٹکس میں Ph.D کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ان حالات و واقعات میں خدا تعالیٰ کی غیرمعمولی تائید و نصرت کی جھلک نظر آتی ہے۔الحمدللہ علیٰ ذالک

ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے M.Sc کی تھی چنانچہ خلافتِ خامسہ میں جب کبھی یونیورسٹی آف ایگریکلچر کے باہر سے میرا گزر ہوتا تو میں سوچتی تھی کہ کاش میں کبھی اس یونیورسٹی کا وزٹ کرسکوں۔ خدا تعالیٰ نے اس یونیورسٹی کی فضا میں مجھے تعلیم حاصل کرنے کا موقع عطا فرمادیا اور پھر جیسا کہ خاکسار نے M.Scاور M Phil کے دوران ہر امتحان اور اسی طرح Ph.Dکے ہر مرحلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں خط لکھتی رہی اور ان کی دعاؤں کی بدولت یہ کٹھن سفر طے کرنے میں کامیاب ہوئی۔اس مضمون سے نئی نسل کے طالب علموں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر انسان ہمت نہ ہارے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کامیابی عطا فرماتا ہے۔

ایک بار پھر میں اپنے مضمون کے پہلے حصے جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خط کا ذکر ہے اس طرف لوٹتی ہوں۔جس انقلابی نوعیت کے مقالہ لکھنے کی خواہش کا اظہار آپ نے فرمایا وہ دراصل دنیا کو ایک Supreme Power کا احساس دلانا ہے ایک طرح سے یہ Unificationکے نظریہ کو ہی ثابت کرنا ہے آج انسان نے علم کی جن حدود کو پار کر لیا ہے اس میں ایک طرف تو Atheismاور Agnosticismیعنی دہریت کے خیالات جنم لے رہے ہیں دوسری طرف جنہیں خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر یقین ہے ان کے لئے تخیلات پر حق الیقین پیدا کرنے کا اس سے اچھا موقع کوئی نہیں۔ آج آپ عالمِ صغیر یعنی انسانی جسم اور اس میں ہونے والے تغیرات کا مطالعہ اس حد تک کر سکتے ہیں کہ مثلاً انسان کے صرف ایک سانس لینے میں اس قدر عوامل حصہ لیتے ہیں جن پر انسان کا ذرہ بھر بھی اختیار نہیں اور وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے جسم کے ذرہ ذرہ کے کروڑ ہا حصہ میں بھی ایک خاص قدرت جلوہ گر ہے۔ آج انسان اپنا Code of Life پڑھنے کے قابل ہو چکا ہے بلکہ اس سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

اب میں سوچتی ہوں اور اپنے مولا کے حضور شکر بجالاتی ہوں کہ اس نے مجھے پہلے پروگرام کی بجائے موجودہ دور میں Ph.D کی توفیق بخشی۔ بیس پچیس سال پہلے کی Geneticsاور آج کی Geneticsمیں زمین و آسمان کا فرق ہے اور جیسا کہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے جس خط کا ذکر میں نے شروع میں کیا تھا انہوں نے بھی کہا تھا کہ Your subject is the subject of future کہ آپ کا عنوانِ تحقیق مستقبل کا مضمون ہے۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ترجمہ و تلخیص م۔ ظ

پیسفک گولڈن پلوور

یہ باشندہ ہے بحراوقیانوس کے ساحلی علاقہ الاسکا کا۔ گولڈن پلوور کی وجہ شہرت اس کی ہجرت ہے۔ پیسفک گولڈن پلوور امیریکن اور یورپیئن پلوور سے جسامت میں تھوڑا سا چھوٹا ہوتا ہے۔ بادی النظر میں تیتر کی طرح دکھائی دیتا ہے اور جسامت ایک فاختہ جتنی ہوتی ہے۔

ہر سال موسم بہار میں یہ پرندے گروپ کی صورت میں الاسکا سے ہوائی کا 4000 کلومیٹر طویل سفر طے کرتے ہیں۔ یہ فاصلہ ہجرت کرنے والے پرندوں میں سب سے زیادہ ہے۔ یہ سفر 88 گھنٹوں کی مسلسل پرواز پر محیط ہوتا ہے اور تین دن، چار راتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ الاسکا سے ہوائی تک ہر طرف بحراوقیانوس (پیسفک اوشیئن) کا وسیع و عریض سمندر ہے اور کوئی خشکی نہیں جہاں یہ پرندے ستا سکیں یا خوراک حاصل کرسکیں۔ انہیں سارا سفر کھلے سمندر کے اوپر اڑتے ہوئے کرنا پڑتا ہے۔ یہ پینسٹھ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑ سکتے ہیں لیکن سفر کے دوران توانائی بچانے کے لیے حد رفتار سے کم پر اڑتے ہیں۔ گولڈن پلوور تیرنا بھی نہیں جانتے۔ چنانچہ ہجرت کے دوران رکنا مطلب یقینی موت ہے۔ جب گولڈن پلوور پر تحقیق کی گئی تو اس کے بارے میں بہت حیرت انگیز باتیں سامنے آئیں۔ انہیں اپنے اس سفر کے لیے 88 گرام چکنائی کی بطور ایندھن ضرورت ہوتی ہے۔ ایک گھنٹہ اڑنے میں ایک گرام چکنائی (Fat) استعمال ہوتی ہے۔ اس لیے یہ سفر سے پہلے پروٹین پر مشتمل خوراک کا خوب استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود 70 گرام تک ہی چکنائی حاصل کرپاتے ہیں۔ سفر شروع کرنے سے قبل ان کا وزن سات اونس یعنی 198.4 گرام ہوتا ہے اور 88 گھنٹے کی پرواز کے بعد ان کا وزن 70 گرام رہ جاتا ہے۔ اس حساب سے اگر دیکھا جائے تو یہ 70 گھنٹے سے زیادہ نہیں اڑ سکتے اس لیے انہیں قریبا 800 کلومیٹر پہلے سمندر میں گر جانا چاہیے کیونکہ اتنے لمبے سفر کے لیے مطلوبہ ایندھن ختم ہوجاتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گولڈن پلوور اڑتے وقت V کا زاویہ بنالیتے ہیں۔ اس طرح سب سے آگے والا پرندہ ہوا کا زیادہ دباؤ برداشت کرتا ہے اور باقی پرندے ہوا کی کم مزاحت کا سامنا کرتے ہیں۔ پرندے باری باری جگہ تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح یہ اپنی توانائی کا 23 فیصد حصہ بچالیتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ پرندے ہوائی کے جزیرے پر اترتے ہیں تو ان میں 7،6 گرام چکنائی ابھی بھی باقی ہوتی ہے۔ سفر کے اختتام پر یہ اپنا نصف وزن کم کرچکے ہوتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی سو کلوگرام وزنی شخص چار دن کے اندر اپنا وزن پچاس کلو کم کرلے۔

اس چھوٹے سے پرندے کے اندر خالق کائنات نے کبھی دھوکہ نہ دینے والا سمت معلوم کرنے کا ایسا زبردست نظام رکھ دیا ہے جس کے آگے آج کا جدید جی پی ایس سسٹم بھی انگشت بدنداں نظر آتا ہے۔ الاسکا کے ساحل پر پیدا ہوکر جوان ہونے والا پرندہ جس نے پہلے کبھی ہوائی کے جزائر نہیں دیکھے۔ نہ اسے ہوائی کا راستہ معلوم ہے نہ سمت پتا لیکن ہجرت کا وقت آنے سے پہلے خوب کھاتا ہے اور پہلی بار چار ہزار کلومیٹر طویل ان دیکھے سفر پر روانہ ہوجاتا ہے۔ ہر سال اسی طرح یہ پرندے الاسکا سے ہوائی ہجرت کے عمل کو دہراتے ہیں، لوٹ کر اپنے گھونسلوں کو آتے ہیں اور کبھی راستہ نہیں بھولتے۔

انسانی عقل آج بھی اس بات پر حیران ہے کہ کس طرح ایک چھوٹا سا پرندہ سمت کا تعین اتنے بہترین طریقے سے کرپاتا ہے۔

(ادارہ)

بقیہ: حیا سے متعلق مثالی کردار ...... از صفحہ 6

ایک شرم سے چلتی ہوئی ان کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ آپ نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا ہے تو میرا باپ آپ کو بلاتا ہے تا کہ آپ کو اس کا صلہ دے۔

(القصص:26)

اب خاکسار سورۃ النور کی آیات کی روشنی میں ’’غض بصر‘‘ کا مفہوم واضح کرنا چاہتی ہے جس سے علم ہوگا کہ یہ کس قدر اہم خلق ہے اور اسکا حیا سے براہ راست تعلق بنتا ہے۔

غض بصر سے کیا مراد ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ غض بصر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’۔۔۔مردوں کے لئے تو پہلے ہی حکم ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو۔ اور اگر مرد اپنی نظریں نیچی رکھیں گے تو بہت سی برائیوں کا تو یہیں خاتمہ ہوجاتا ہے۔۔۔ غضّ بصر سے کام لیں۔ یعنی اپنی آنکھ کو اس چیز کو دیکھنے سے روکے رکھیں جس کا دیکھنا منع ہے۔ یعنی بلاوجہ نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں۔ جب بھی نظر اٹھا کر پھریں گے تو پھر تجسس میں آنکھیں پیچھا کرتی چلی جاتی ہیں اس لئے قرآن شریف کا حکم ہے کہ نظریں جھکا کے چلو۔ اسی بیماری سے بچنے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نیم وا آنکھوں سے چلو۔ یعنی ادھ کھلی آنکھوں سے، راستوں پر پوری آنکھیں پھاڑ کر نہ چلو۔ بند بھی نہ ہوں کہ ایک دوسرے کو ٹکریں مارتے پھرو۔ لیکن اتنی کھلی ہوں کہ کسی بھی قسم کا تجسس ظاہر نہ ہوتا ہو کہ جس چیز پر ایک دفعہ نظر پڑ جائے پھر اس کو دیکھتے ہی چلے جانا ہے۔۔۔ غض بصر سے مراد اپنی نظر کو ہر اس چیز سے روکنا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ جنوری 2004ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9/ اپریل 2004ء صفحہ نمبر 9 کالم 2)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے غَضِّ بصر کے حوالے سے خواتین کو بھی عمومی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے غَضِ بصر کا، اس پر عمل کریں تا کہ کسی بھی قسم کی بدنامی کا باعث نہ ہوں۔ کیونکہ اس قسم کے مرد جن کے دلوں میں کجی ہو، شرارت ہو تو وہ بعض دفعہ ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں اور پھر بلاوجہ کے تبصرے شروع ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو یہاں تک فرمایا تھا کہ اگر مخنّث آئے تو اس سے بھی پردہ کرو۔ ہوسکتا ہے کہ یہ باہر جاکر دوسرے مَردوں سے باتیں کریں اور اس طرح اشاعتِ فحش کا موجب ہو۔

تو دیکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس حد تک پابندی لگائی ہے۔ کجا یہ کہ جوان مرد جن کے دل میں کیا کچھ ہے ہمیں نہیں پتہ، ان سے نظر میں نظر ڈال کر بات کی جائے یا دیکھا جائے۔ بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ کسی مجبوری کی وجہ سے کسی مرد سے بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو ایسا لہجہ ہونا چاہئے جس میں تھوڑی سی خفگی ہو، ترشی ہو تا کہ مرد کے دل میں کبھی کوئی برا خیال نہ پیدا ہو۔ تو اس حد تک سختی کا حکم ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ جنوری 2004ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9/ اپریل 2004ء صفحہ نمبر 9 کالم 2)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’ہر ایک پرہیز گار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے۔ بے محابا نظر اُٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لئے اس تمدّنی زندگی میں غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائے گی۔‘‘

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ 102 تا 103۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 444)

(باقی آئندہ)

طلوع و غروب آفتاب

25فروری2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:28	18:23
مدینہ منورہ	05:30	18:22
قادیان	05:39	18:23
ربوہ	05:19	18:03
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:26	17:37